© rasailojaraid.com

بیادِ افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات ۸، جنوری ۴۲ء

منظور احمد بھٹی

مفکرِ احرار

ادب میں چودھری افضل حق کا مقام کسی سے کم بلند نہیں، ایک ایسے وقت میں جب ہمارے شاعر و ادیب انگریز کی غلامی کے چکر میں آکر اپنے گردوپیش سے بے نیاز ہو چکے تھے، اور اپنا سارا زورِ بیان افسانہ ہائے گل و بلبل اور حکایاتِ ہجر و وصال رقم کرنے میں صرف کر رہے تھے، چودھری صاحب نے ادب کو ایک ایسے سانچے میں ڈھالا، جہاں زندگی کے حقائق ایک خوبی کے ساتھ نکھر آتے ہیں۔ وہ ادب "برائے زندگی" کے حامی تھے ——— اور ادب کو زندگی سے علیحدہ کرنا ان کے نزدیک ادب کی غیر طبعی موت کے مترادف تھا ———

چودھری افضل حق جیسے جلیل القدر سیاسی رہنما، پختہ قلم ادیب اور عظیم المرتبت شخصیت پر فیچر لکھنے کے لئے کسی ایسے قلم کی ضرورت ہے جسے نہ صرف الفاظ کے دروبست پر قدرت حاصل ہو بلکہ جو مسلمانانِ ہند کے سیاسی عروج و زوال پر کڑی نگاہ رکھتا ہو۔ مجھ ایسے ایک طالب علم کے لئے جو ابھی بھول بھلیوں سے نہ نکلا ہو، اس درویش کے دربار فقر میں عقیدت کے چند پھول پیش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ محض عقیدت ہی کسی شخصیت پر قلم اٹھانے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ لیکن حکمِ حاکم مرگِ مفاجات۔

ماحول: چودھری صاحب نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ماحول انگریز کی عیارانہ چالوں اور خوفناک سازشوں سے اس قدر تنگ و تاریک ہو چکا تھا کہ انسانیت دم گھٹتا محسوس کرتی تھی۔ اپنے گردوپیش کے ان حالات سے جن کے چہرے کا نکھار غازۂ استبداد فرنگی سے کراہت کی سیاہی میں بدل چکا تھا۔ افضل حق جیسے حساس انسان کا اثر قبول کرنا ایک طبعی امر تھا، اور پھر جب خاندانی رجحانات کے احترام میں موصوف نے تھانیداری کر اس ظلم و بربریت پر نگاہ ڈالی تو وہ انگریز دشمنی کا پیکر بن گئے۔ انگریز دشمنی کا جذبہ ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا کیونکہ انہوں نے انگریز کی مشینری کے ایک ذمہ دار پرزے کی حیثیت سے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس مشینری میں انسان اور اصل کی انسانیت پستے اور پستے چلے جاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کو ذلت کی ان عمیق و متعفن گہرائیوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ جہاں سے برسوں وہ سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہتا اور جارحانہ طریقوں سے قوموں کے دل و دماغ اور اُنکی صلاحیتوں کو مفلوج دماؤف کرکے اپنی غلامی کے طوق کا گھیرا زیادہ تنگ کیا جاتا ہے۔ ان ناقابلِ برداشت حالات میں چودھری مرحوم جیسے دردمند انسان کا پولیس کے رُسوائے عام محکمہ میں رہنا کیسے ممکن ہوسکتا تھا۔ اُنہوں نے نہ صرف تھانیداری پر لات ماری بلکہ انگریز دشمنی کا یہ جذبہ انہیں عوامی خدمت کے اکھاڑے میں لے آیا۔ مختلف روایات کے علی الرغم چودھری صاحب کی حساس طبیعت تھانیداری کو چھوڑنے کا سب سے بڑا سبب ہوئی اگرچہ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کی تقریر کا لوچ اور تاثر اس کا محرک ثابت ہوا ہو۔ لیکن بنیادی وجہ مرحوم کے پہلو میں تڑپتا ہوا دل تھا۔ تھانیداری سے علیحدہ ہونے کے بعد اقربا کی سخت ناراضگی کے باوجود اُنہوں نے اپنے وقت کی عوامی جماعت میں شمولیت اختیار کرلی۔ جلد ہی اپنی ذہنی استعداد سے کل ہند کانگریس کی مجلس عاملہ کے ممبر نامزد کردیئے گئے کانگریس کے ہر فیصلے میں چودھری صاحب کے فکری ارتقاء اور سیاسی سوجھ بوجھ کا نمایاں حصّہ ہوتا تھا۔ جب ہندو کی اسلام دشمنی اور مسلم آزاری حد کو پہنچ گئی تو چودھری صاحب نے اپنے ہم خیال بزرگوں سے مل کر مجلس احرارِ اسلام جیسی فعال جماعت کی بنیاد رکھی۔ اور پھر مرتے دم تک اسی جماعت کے جھنڈے تلے عوام کی خدمت کرتے رہے۔

صلاحیتیں :

افضل حق کی سیاسی صلاحیتوں کو دوست تو کیا دشمن تک سراہتے تھے۔ آپ اُن کے خیالات سے اختلاف کرسکتے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ بدلتے ہوئے حالات کی نبض پر ان کا ہاتھ ہوتا تھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اس حد تک تیز تھی کہ وہ بہت پہلے حالات کی کروٹ کو تاڑ لیتے تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سکندر حیات جیسے وزیر اعظم ان سے خائف رہتے تھے۔ اور ان کو ختم کرنے کے لئے اپنی ذہنی پستیوں کو بروئے کار لاکر طرح طرح کی مکروہ سازشیں سوچا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اس مردِ مجاہد کو اپنی راہ کا سب سے بڑا کانٹا سمجھتے تھے۔ فی الواقع چودھری صاحب ایک ایسی شمع تھے جس کی چکا چوند روشنی میں مخالفینِ اسلام کے اعمالِ سیاہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ آپ آج بھی ان کے فرمودات کو اُٹھا کر مطالعہ کیجئے۔ آپ یقیناً اُن میں آج کے حالات کی ایک واضح جھلک دیکھیں گے۔ فی الحقیقت حالات آج وہی کروٹ لے رہے ہیں جس کو افضل حق کی نگاہ دوربین نے کئی برس پیشتر دیکھا تھا۔ اس لحاظ سے انہیں سیاسی پیشگوئی کہنا کچھ غلو نہیں۔

افضل حق اور احرار :

احرار میں چودھری صاحب کو دماغ کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۹۴۵ء تک احرار نے سیاسیات کے میدان میں جو قدم اُٹھایا وہ چودھری صاحب کے فکر و ادراک کا مرہونِ منت تھا۔ اس کے بعد بھی احرار جس راہ پر گامزن رہے چودھری صاحب کی مشفقانہ رہنمائی کی روشنی میں رہے۔ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باتوں سے زیادہ عمل اور جوش سے زیادہ ہوش کے قائل تھے۔ مشکل سے مشکل معاملہ میں ان کی جچی تُلی رائے حرفِ آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ ہر مسئلہ کے حسن و قبح پر اس خوبی سے لب کشائی فرماتے تھے کہ سامع ہڈیوں کے خشک سے ڈھانچے کے ذہنی ارتقاء پر ششدر رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں مُفکرِ احرار بھی کہا جاتا تھا۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ چودھری افضل حق اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار اسلام کی روح و جان تھے۔ افضل حقؒ منصوبہ بندی کرتے تو شاہ جیؒ اس کی تکمیل کے لئے عملی راہیں نکال لیتے۔ احرار کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہر وقت اور ہر دور میں اس کے دامن میں سحر بیان خطیب، شعلہ نوا مقرر اور آتشیں شاعر موجود رہے۔ لیکن سب سے زیادہ خوش قسمتی کا وہ دور تھا، جب افضل جیسے مفکر کی رہنمائی حاصل تھی۔ اور سیاسی میدانِ جنگ میں ایک ایسے سپہ سالار کی ہدایات حاصل تھیں جس کی نگاہ حریف کے نہاں خانۂ دماغ کی ان لہروں تک پہنچتی تھی جہاں سے پست سازشوں کا خمیر اُٹھتا ہے۔ آج اگرچہ وہ ہم میں موجود نہیں لیکن وہ راستہ جو انہوں نے ہمارے لئے تجویز کیا تھا آج بھی ہمارے سامنے ہے، اور ہم آج ان کے فرمودات کی روشنی میں اسی راستہ پر گامزن ہیں۔

ممکن ہے اسکی توجیہہ کیا ہو لیکن میں تو اسے کمزوری ہی کہوں گا کہ احرار رہنما سیاسی بصیرت رکھنے، شعلہ بیان مقرر اور آتشیں بیان خطیب ہونے کے باوجود تحریری کام پر زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ اس میں بہت حد تک اُنکی بے نیاز طبیعت کو دخل ہے۔ چودھری صاحب اس کے سخت خلاف تھے۔ اور اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے کہ کچھ لکھو۔ تقریر کا اثر دیرپا نہیں ہوا کرتا۔ لیکن آپ کے قلم سے نکلا ہوا لٹریچر آپ کے بعد بھی زندہ و تابندہ رہ کر آپ کے مطمع نظر کی ترجمانی کرتا رہتا ہے۔

عظیم سانحہ: چودھری صاحب کی وفات احرار کے لئے ایک سانحہ اور ایک المیہ سے کم نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ افضل حق کے بعد احرار کا ڈھانچہ کچھ اس طرح ہل گیا کہ آج تک سنبھالا نہیں لے سکے۔ آج اگر چودھری صاحب زندہ ہوتے تو بہت ممکن ہے بلکہ میں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سیاست کا رُخ کچھ اور ہوتا۔ اور موجودہ صورتِ حالات جس سے ہم آج اس قدر نالاں ہیں پیدا ہی نہ ہوتی۔

افضل حق اور ادب: ادب میں چودھری صاحب کا مقام کسی سے کم بلند نہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب ہمارے شاعر و ادیب انگریز کی غلامی کے چکر میں آکر اپنے گردوپیش سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ اور اپنا سارا زورِ بیان افسانہ ہائے گُل و بلبل اور حکایاتِ ہجر و وصال رقم کرنے میں صرف کر رہے تھے۔ چودھری صاحب نے ادب کو ایک سانچے میں ڈھالا جہاں زندگی کے حقائق ایک خوبی کے ساتھ نکھر آتے ہیں۔ وہ ادب برائے زندگی کے حامی تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ادب کو زندگی سے علیحدہ کرنا ان کے نزدیک ادب کی غیر طبعی موت کے مترادف تھا۔ گاؤں کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے لیکر شہر کے ہنگاموں تک، دیہات کی الھڑ دوشیزگی سے لیکر شہر کی غازہ میں ملبوس بیگمات تک، اور گاؤں کی سادگی و پُرکاری سے لیکر شہر کی اختراعی رعنائی تک ان کے نوکِ قلم کا موضوع بن چکے تھے۔ ہر موضوع کچھ ایسے جامع انداز میں نبھاتے کہ قاری اطمینان سا محسوس کرتا اور تشنگی کی شکایت کا موقع ہی نہ ملتا۔ ان کا اسلوبِ نگارش ایک جداگانہ اور منفرد رنگ لئے ہوئے تھا۔ تحریر میں خوبصورت الفاظ و محاورات ایسی خوبصورتی سے ٹانکتے کہ کسی دوشیزہ کے لباسِ عروس پر زرکاری کا کام معلوم ہوتا یا ایک لڑی میں پروئے ہوئے دلکش جواہرات ان کی تحریر کے تاثر پر کسی پیکرِ جمال کی نشیلی انگھڑیوں کا گمان ہوتا ہے۔ وہ دراصل نثر میں شعر کہنے کے عادی ہو چکے تھے، لیکن ایسے شعر جو آمد کے مرہونِ منت ہوتے ہیں اور جن میں آورد کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ لکھتے اور بے ساختہ لکھتے چلے جاتے۔ ان کی تحریر میں بلا کی سلاست، روانی اور تسلسل ہوتا ہے۔ کوئی چیز بھی آپ کو تصنع اور بناوٹ نظر نہیں آئے گی خشک سے خشک مسائل کو اپنے رنگین الفاظ کا جامہ پہنا کر اتنا دلچسپ اور دلکش بنا دیتے کہ انسان بلا تکلف پڑھتا چلا جاتا ہے بلکہ اسے بار بار پڑھنے کا متمنی ہوتا ہے، خود میرا یہ حال ہے کہ چودھری صاحب کی جملہ تصانیف کو کئی کئی بار پڑھ جانے کے بعد آج بھی جب ان کی کوئی کتاب لے کر بیٹھتا ہوں تو اس میں اتنی ہی کشش، اتنی ہی جاذبیت، اتنی ہی رعنائی اور دلچسپی پاتا ہوں جتنی روزِ اوّل تھی، خوبصورت الفاظ اور خوبصورت محاورات کا انتخاب چودھری صاحب کا ہی حصہ تھے۔ آپ کی تحریر اپنے رنگین اسلوبِ نگارش کی بدولت ہزاروں میں بولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور قاری کہہ اٹھتا ہے کہ یہ "نوشتہ افضل" ہے

تصانیف: آپ کی سب سے زیادہ مقبول تصنیف "زندگی" ہے۔ علامہ شحر طہرانی نے آپ کے یومِ وصال پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے "زندگی" کا ان الفاظ میں ذکر کیا تھا۔

"وہ حقیقت زندگی کی "زندگی میں کہہ گیا،
جس کو افضل حق نے بخشا تھا مقامِ زندگی"

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ چودھری صاحب کے پختہ و شگفتہ قلم نے زندگی کے تلخ حقائق کو جن دلفریب لباس میں "زندگی" کی صورت میں پیش کیا کسی اور کے بس کا روگ نہیں۔ سر شہاب الدین مرحوم سابق سپیکر پنجاب اسمبلی نے تو کہا تھا کہ میں نے آج تک اردو ادب میں زندگی کے ہم پایہ کوئی کتاب نہیں دیکھی" ——— "آزادیٔ ہند" میں غلام ہندوستان کی ذلیل حالت کو اجاگر کرنے اور اپنی بدبختی پر شاکر عوام کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور مصنف اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہے یہی کتاب ہے جس نے عوام کو احساس دلایا کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان سے انگریز کو رخصت کرنے میں اس جلیل القدر کتاب کا بہت زیادہ حصّہ ہے۔ "محبوبِ خدا" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مسعود زندگی کی عکاسی ہے۔ ایک اُمتی کا سرورِ دو عالم کے حضور ایک حقیر نذرانہ ہے۔ چودھری صاحب کی دوسری نیکیوں سے قطع نظر ان کی بخشش کے لئے یہی کتاب کافی ہوگی۔

"دینِ اسلام" میں اسلام کے پانچوں ارکان پر مُدلل و مفصل بحث کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اِن دینی فرائض کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے کیا تعلق ہے، مذہب اور سیاسیات کے طلباء کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ کا کام دے سکتی ہے۔ "میرا افسانہ" چودھری صاحب کے ایامِ گزشتہ کی ایک رنگین داستان ہے، چودھری صاحب کی لطیف شرارتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کس ماحول میں پیدا ہوئے اور اس ماحول کا ان کی عملی زندگی پر کیا اثر ہوا۔

"دُنیا میں دوزخ" اُس جیل کا نوحہ ہے جس کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں آپ نے اپنی زندگی کا معتدبہ حصّہ گزارا اور جہاں کے مچھروں نے آپ کا خون چوس چوس کر آپ کو ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔ "جواہرات" ادب پارے ہیں کہ جو مختصر افسانوں کی صورت میں مختلف عنوانات کے تحت پیش کیے گئے۔ "دیہاتی رومان" ہندوستان کے رجعت پسند کسانوں کے لئے ایک تازیانہ ہے۔ دیہاتی زندگی کا جو خاکہ اس کتاب میں جس خوبی کے ساتھ چودھری صاحب نے پیش کیا ہے وہ کچھ انہیں کا حصّہ ہے۔ ——— "تاریخ احرار" میں آپ نے احرار کی سیاسی زندگی کا جائزہ لیا ہے۔ آپ کی سب تصانیف میں ایک ہی رنگ جھلکتا ہے، چودھری صاحب کے قلم کی یہ خوبی ہے کہ کوئی کتاب بھی آپ کو محسوس نہیں ہوتی ——— تاریخ احرار میں وہی تر و تازگی اور شگفتگی ہے جو زندگی کی ما بہ الامتیاز خصوصیت ہے۔ بحیثیت انسان آپ اتنے بلند کردار تھے کہ بدترین دشمن بھی ان کے اخلاقِ عالیہ کا مداح تھا، دوستوں کے دوست تو تھے ہی وہ دشمنوں کے بھی دوست تھے۔ ایثار، خلوص، صبر اور استقلال کے پیکر تھے، آپ ایک دفعہ ان سے ملتے آپ انہی کے ہو رہتے، اخلاق میں اتنی کشش تھی کہ ہر کوئی گرویدہ ہو جاتا، اس فقیر کے آستانہ پر سبھی امیر و زیر اور فقیر و غریب حاضر ہوتے اور سب ہی فیض یاب ہوتے۔ اتنے بلند پایہ درویش تھے کہ خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے کا کوئی مسلمان پلٹ آیا ہے۔ غرضیکہ چودھری صاحب کی زندگی کو جس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے وہ ایک کامیاب و کامران زندگی تھی، ایک سچے مسلمان کی زندگی تھی وہ ایک انفرادیت کے مالک تھے ——— جو آج اس زمانے میں عنقا ہے، لیکن افسوس! ایک ایسی قوم میں جنم لیا تھا، جس کے دامن میں بدترین غداروں کے لئے جگہ تو ہو سکتی ہے لیکن ایک اسلام پسند مفکر کے لئے نہیں جو بھی یہاں اسلام کا علم لے کر اُٹھا ہے اس سے بے نیازی کا سلوک کیا گیا [illegible] ایسی بے انصافی کا ثبوت ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہنچایا گیا جس کا خمیازہ خود قوم کو اٹھانا پڑا۔ افضل حق بھی انہیں میں سے ایک تھے۔ افضل حق جس قوم کے درد میں ڈبلے رہے اور جس کی فلاح و بہبود اور مستقبل کو تابندگی بخشنے کے لئے انگریز جیسے قاہر اور جابر کی بیڑیاں قبول کیں اسی قوم نے آج ان کو حرفِ غلط کی طرح فراموش کر دیا ہے۔ ان کے اس موقف کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی جو ان کا سرمایۂ حیات اور قوم کے لئے آبِ حیات تھا۔

آج ان کے یوم وصال کو پورے پندرہ برس ہونے کو آئے ہیں، ہر سال ان کی یاد میں جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ لیکن ایک ہنگامہ پر موقوف ہے گھر کی رونق کے سوا کچھ بھی نہیں۔ محض تقاریر کچھ سود مند ثابت نہیں ہو سکتیں۔ ضرورت ہے کہ ان کے رجحانات اور مطمع نظر کو زیادہ سے زیادہ ترویج کے لئے کچھ عملی کام کیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ ان کے لٹریچر کو عام کیا جائے۔

موت نے چھلکا دیا اس کا جامِ زندگی
ملک و ملت کو دیا جس نے پیامِ زندگی

(منقول از روزنامہ "نوائے پاکستان لاہور" افضل حق نمبر ۲۰ جنوری ۱۹۵۷ء)

اسلام کے نامور سپوت، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ

- سوانح و افکار
- احوال و آثار
- بے مثال جدوجہد
- شہادت

نوجوان محقق محمد عمیر فاروقی کے قلم سے ایک تاریخی دستاویز
صفحات تقریباً ۲۰۰، کمپیوٹر کتابت، خوبصورت سرورق، مجلد، اعلیٰ طباعت
جنوری ۱۹۹۲ء میں شائع ہو رہی ہے۔

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

© rasailojaraid.com